یورپ کی ''مشرق کی طرف دیکھئے'' پالیسی

جرمنی کا میرا حالیہ دورہ اس لحاظ سے کافی رہنما ثابت ہوا کہ اس کے ذریعے سرد جنگ کے اختتام پر ہونے والے سیاسی ارتقاء اور ان بڑھتی ہوئی پریشانیوں کی بابت سمجھنے میں مدد ملی' جو پوری دنیا میں امریکی کردار کے باعث پیدا ہوئیں۔

جرمنی جو آج یورپ کی سب سے بڑی مملکت ہے' نے بیلجیئم اور فرانس کے ساتھ مل کر عراق جنگ کے خلاف اپوزیشن کی قیادت کا فریضہ ادا کیا۔

جرمنی' مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیاء میں طویل عرصے سے اپنے مخصوص اور مرتب مشرق شناسی کے ذریعے گہری دلچسپی اور رابطہ رکھتا چلا آیا ہے اور یورپی نوآبادیاتی قوتوں کے برعکس وہ کسی توسیع نوآبادیاتی پالیسی کا حصہ نہیں بنا۔ جرمنی نے طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد دسمبر 2001ء میں منعقدہ بون کانفرنس کی میزبانی بھی کی' جس میں اس کی کوشش پر بعد از طالبان سیاسی روڈمیپ تشکیل دیا گیا۔ یہ ابھی پچھلے ہفتے کا واقعہ ہے کہ کابل میں انٹرنیشنل سیکورٹی اسسٹنس فورس (ISAF) کے مرکز پر خودکش حملے کے نتیجے میں جرمن امن فورس کے ارکان ہلاک ہوئے' آئی ایس ایف میں 2400 جرمنی فوجی شامل ہیں۔ پچھلے ماہ بھارتی وزیراعظم واجپائی نے جرمنی کا دورہ کیا اور رواں ماہ میں صدر مشرف جرمنی جائیں گے۔

برلن اور میونخ میں پاکستان پر ہونے والی کانفرنس کے دوران جرمن پارلیمینٹیرینز' دانشوروں اور سرکاری عہدیداروں سے تبادلہ خیال اور دنیا سے متعلق ان کے افکار و آراء جاننے کا بہترین موقع ملا۔ یورپ ان دنوں سیاسی ارتباط سے قریب تر ہو رہا ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی ایک سیاسی و معاشی طور پر مضبوط یورپ اور اس کے سابق محافظ امریکہ کے درمیان اک گونہ بے چینی بھی موجود ہے۔

یورپی یونین جو 25 ملکوں پر مشتمل ہے' جن کی کل آبادی 450 ملین ہے اور اس میں پندرہ ملین مسلمان ہیں' اسے دنیا میں اپنا مجموعی کردار ادا کرنے اور امریکہ سے روابط رکھنے کے حوالے سے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

اہل یورپ کے ہاں یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ امریکہ اپنی خارجہ پالیسی میں فرداً فرداً یورپی ممالک کے ساتھ تعلق رکھے گا' بجائے اس کے کہ وہ ایک ایسے متحدہ یورپ کے ساتھ روابط رکھے' جس کے نقطہ نظر کی تشکیل جرمنی اور فرانس جیسے اختلاف رائے کرنے والے ملکوں نے کی ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ بعض امریکی دانشوروں نے امریکہ کے یورپ کو تقسیم کرنے کی کوششوں کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ 9/ جون کے اپنے ایک میڈیا انٹرویو میں چارلس کپچن (Charles Kupchan) سابق ڈائریکٹر نیشنل سیکورٹی کونسل نے کہا ہے کہ ان کی حتمی پالیسی یہ ہے کہ یورپ کو غیر متحد کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ہم نے دانستہ عراق جنگ کی جرمنی فرانس مخالفت میں شمولیت سے یورپی ممالک کو الگ رکھنے کی کوشش کی۔ صرف عراق ہی کے معاملے پر معاہدہ اوقیانوس کے اتحادیوں میں پھوٹ نہیں پڑی بلکہ ایران کے سلسلے میں بھی یورپی یونین کی پالیسی ایران کو برائی کے محور ممالک میں شامل کرنے کے خلاف رہی ہے'

یہاں تک کہ لبنانی حزب اللہ کو دہشت گرد تنظیم قرار دینے سے بھی انکار کیا' اسی طرح مقبوضہ کشمیر کی حزب المجاہدین کی بابت بھی یورپی یونین نے امریکہ کے برعکس موقف اختیار کیا۔ البتہ پاکستان میں جمہوریت کے ضمن میں یورپی یونین کا معیار امریکہ سے زیادہ سخت ہے۔ مثال کے طور پر یورپی یونین کا پاکستان سے تعاون کا معاہدہ جو نومبر 2001ء میں ہوا' بنیادی طور پر سیاسی انعام تھا' پاکستان کے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کرنے کا' تاحال صرف

اس وجہ سے یورپی پارلیمینٹ میں منظور نہیں ہوا کہ اس نے اس معاہدے کی منظوری کی جمہوری عمل کو ترقی دینے کے عمل سے مشروط کر دیا ہے اور یہ اقدام ایک طرح سے ایل ایف او پر یورپی یونین کے تحفظات کا کوڈورڈ ہے۔ جرمنوں کو ایم ایم اے حکومت کے صوبہ سرحد میں حالیہ اقدامات پر بھی تشویش ہے' جو ان فنڈز پر منفی اثرات مرتب کریں گے' جو یورپی یونین صوبہ سرحد کو دینا چاہتے ہیں' اس لئے ایم ایم اے خواتین کے حقوق' تعلیم اور سیاسی تکثیریت کے بارے میں سخت گیری برت رہی ہے۔

پاکستان کی داخلی سیاست کے ضمن میں یورپی یونین اپنے تحفظات کے ساتھ کشمیر کے مسئلے پر بھی تشویش کی حامل ہے اور وہ کشمیر کو پاکستان اور بھارت کے درمیان خطرناک فلیش پوائنٹ قرار دیتا ہے۔ 7/ مارچ کو یو این سیکورٹی کونسل کے عراق پر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی وزیر خارجہ نے مڈل ایسٹ اور کوریا کے معاملے کے ساتھ جنوبی ایشیاء کے طویل مدت سے حل نہ کئے جانے والے مسئلہ کشمیر کا بھی ذکر کیا اور بین الاقوامی برادری کو میرٹ کی بنیاد پر ان مسائل کے حل کی طرف توجہ دینے کی دعوت دی۔

جب میں نے جرمن پارلیمینٹ کے ارکان کو مسئلہ کشمیر پر بریفنگ دی تو جرمن پارلیمینٹ کی خارجہ امور کی کمیٹی کے ارکان نے یہ بھی کہا کہ ان کے وزیر خارجہ مسٹر فشر نے عراق جنگ کے خلاف اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے دلائل میں جنوبی ایشیاء کے گمبھیر مسئلے کشمیر کا بھی تفصیل سے ذکر کیا تھا۔ یورپی یونین کے دوسرے ممالک کی طرح جرمنی کی بھی اس سلسلے میں مخالفت کی جاتی ہے کہ وہ کشمیر کو باقی تمام مسائل پر فوقیت دیتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان تعلقات اور مذاکرات کے بحال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسئلہ کشمیر کو ان مذاکرات کا اصل موضوع بنایا جائے۔

مئی 2002ء کو جاری ہونے والے ایک سرکاری دستاویز میں جرمن وزارت خارجہ نے جرمن خارجہ پالیسی کے جنوبی ایشیاء میں اقدامات سے متعلق وضاحت میں کہا کہ جنوبی ایشیاء سے تعلقات کے سلسلے میں جرمنی بھارت کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ بھارت اب ایک اور ایشیائی سپر پاور کی حیثیت سے ابھر رہی ہے۔ یورپ میں ایک نمایاں تبدیلی یہ آئی ہے کہ مسلمان اور اسلام اب یورپی نقشے کا حصہ ہیں۔ برطانیہ' فرانس اور جرمنی میں مسلمانوں کی بڑی تعداد نے ان ملکوں کی سوسائٹیوں کو مذہبی و ثقافتی لحاظ سے کثیر الجہت اور متنوع بنا دیا ہے۔ البتہ ان یورپی ملکوں کو یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں ان کے لئے مسلمانوں کی یہ آبادیاں ان کے لئے دہشت گردی یا بنیاد پرستی کے حوالے سے خطرہ تو نہیں بن جائیں گی؟

بعض دانشوروں نے اگرچہ ''یورو اسلام'' کی بات بھی کی ہے جبکہ عام یورپی باشندے یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک سیکولر اور جدید مسلمان آبادی اپنے یورپی حلیفوں کے ساتھ زیادہ بہتر انداز سے رہ سکے گی۔

ایک اور بڑی تبدیلی جو نظر آ رہی ہے' وہ یورپی یونین کا جدید ترکی کی اسلامی حکومت کی تعریف ہے کیونکہ یورپی یہ سمجھتے ہیں کہ اس نئی ترک حکومت نے انسانی حقوق اور یورپی یونین کی ممبر شپ حاصل کرنے کے کوائف کو پچھلی سیکولر حکومت کے مقابلے میں بطریق اولیٰ پورا کیا ہے۔

ترکی کی اس حکومت نے سزائے موت کالعدم قرار دیدی ہے۔ کرد اقلیت کو ثقافتی حقوق دے دیئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ترکی کے یورپی یونین کا ممبر بننے کی بات چیت 2004ء میں شروع ہونا طے پا گیا ہے۔

تاہم دہشت گردی کے خلاف امریکی قیادت میں لڑی جانے والی جنگ جس کا نشانہ عالم اسلام ہے' کے نتیجے میں ایک دلچسپ مگر جواب سے محروم سوال یہ ہے کہ نیٹو کا رول کیا ہے جبکہ اس کا بنیادی اور بڑا دشمن یعنی سوویٹ کمیونزم اپنی موت مر چکا ہے۔ ماضی میں نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے عندیہ دیا تھا کہ ''انقلابی اسلام'' نیا دشمن ہے۔ 1992ء میں نیٹو کے سیکرٹری جنرل مین فریڈ ورنر نے سوویٹ یونین ٹوٹنے کے فوراً بعد ماسکو کے اپنے پہلے دورے میں وسطی ایشیائی ریاستوں میں اسلام کے احیائے نو پر تشویش ظاہر کی تھی اور سوویٹ یونین کے یورپی حصے میں عیسائیت کے فروغ کا خیر مقدم کیا تھا۔ اور 1995ء میں نیٹو کے سیکرٹری جنرل ولی کلاز نے دوبارہ اسلامی خطرے سے نمٹنے کو نیٹو کا نیا فریضہ قرار دیا۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ نیٹو ماورائے یورپ نیا رول ادا کرنے کی کوشش میں کابل میں اگست میں آئی ایس ایف کی کمان سنبھالنے والا ہے اور پہلی مرتبہ نیٹو اپنی حدود یعنی یورپ سے نکل کر کوئی ذمہ داری سنبھالے گا۔

اپنی خارجہ پالیسی کو نیا رخ دینے کے لئے' بجائے کسی ایک ملک پر اعتماد کرنے کی غلطی جو ماضی میں پاکستان کر چکا ہے' پاکستان کو چاہئے کہ یورپ کو جنوبی ایشیاء میں مشغول کر دے جیسا کہ اس نے کسی حد تک روس کو مشغول کرنے میں کامیابی پائی ہے۔ لیکن پھر یورپ کی اقتصادی اور سیاسی امداد حاصل کرنے کے لئے پاکستان کو انسانی حقوق اور جمہوریت سے متعلق یورپ کی تشویش کا شدت سے احساس کرنا ہوگا۔ اس طرح وہ بھی ترکی کی طرح بامعنی اور ٹھوس یورپی تعاون حاصل کر سکے گا۔